بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ترکی کا قیامت خیز زلزلہ

فاعتبروا یا اولی الابصار!

پروفیسر خورشید احمد

۱۷ اگست ۱۹۹۹ کو صبح تین بجے' جب ہمارے ترک بھائی اور بہنیں محو خواب تھے' صرف ۴ سیکنڈ میں زلزلے کے ایک قیامت خیز جھٹکے نے دولت عثمانیہ کے مرکز اور مرقد ترکی کے چھ کروڑ انسانوں ہی کو نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کو ہلا ڈالا۔ چشم زدن میں ہزاروں فلک بوس عمارتیں پیوند زمین ہو گئیں۔ ازمت کا صنعتی مرکز خاک کا ڈھیر بن گیا۔ تیل کی سب سے بڑی ریفائنری آتش کدہ بن گئی جس کی چنگاریاں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ گل جوک (Golcuk) کا بحری اڈا اپنی ساری عسکری سطوت کے ساتھ ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ ۲۰ ہزار مکان زمین بوس ہو گئے۔ مزید ۴۰ ہزار ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ ۴۵ ہزار انسان لقمہ اجل بن گئے۔ دس لاکھ افراد بے گھر ہو گئے۔ مالی نقصان کا ابتدائی اندازہ ۲۵ بلین ڈالر ہے جو پاکستان کی کل سالانہ آمدنی سے دوگنا ہے۔ بیسویں صدی کے سب سے تباہ کن زلزلے نے پوری قوم' پوری امت اسلامیہ' بلکہ پوری انسانیت کو ہلا ڈالا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

یورپ اور امریکہ کی ساری ٹیکنالوجی بھی میلوں پھیلے ہوئے ملبے کے اس ڈھیر سے چند سو انسانوں سے زیادہ کو نہیں نکال سکی اور جن کو اللہ نے بچانا تھا' وہ ۳ ماہ کے بچے' ۱۲ سال کے نوجوان اور ۸۰ سال کے بزرگ' ۶' ۷ اور ۱۰ دن ملبے تلے دبے رہنے کے بعد بھی زندہ برآمد ہو گئے:

کَلَّآ اِنَّہٗ تَذْکِرَۃٌ ○ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ (المدثر ۷۴: ۵۴-۵۵) ہرگز نہیں' یہ تو ایک نصیحت ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس سے سبق حاصل کر لے۔

قرآن اور تاریخ دونوں گواہ ہیں کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں فساد اور بگاڑ صرف کفر' بغاوت اور نفاق ہی کے راستوں سے رونما نہیں ہوتا۔ ایک بہت بڑا دروازہ جس سے فتنہ و فساد' ظلم و جور' حق تلفی اور چیرہ دستی' خیانت اور قتل و غارت گری' فریب کاری اور بددیانتی' استحصال اور فحاشی کے عفریت دندناتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور خشکی اور تری کو بگاڑ اور فساد سے بھر دیتے ہیں' وہ غفلت ہے۔

غفلت وہ مرض ہے جو صرف کافر اور اللہ کے باغی ہی کو خدا فراموشی میں بدمست نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات بہت سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والوں کے دیدہ و دل کو بھی ماؤف کر دیتا ہے اور ان کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں' کان ہیں مگر سنتے نہیں اور دل ہیں مگر تدبر اور تفہم سے محروم ہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہو جاتے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں: لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ (الاعراف ۷:۱۷۹)

غفلت سے محفوظ رکھنے کے لیے جہاں خالق سماوات و ارض نے زمین کے گوشے گوشے اور خود انسان کی پور پور کے اندر اپنی بے شمار نشانیاں رکھ دی ہیں (وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ○ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ - الذریٰت ۵۱: ۲۰-۲۱) اور اس سے نجات پانے کے لیے اہل ایمان کو مسلسل ذکر و فکر کی دعوت دی ہے (الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - آل عمرٰن ۳:۱۹۱) وہیں انسانوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ایسے انفرادی اور اجتماعی حادثات رونما ہوتے ہیں جو ایک طرف انسان کو اپنی بے بسی اور کمزوری کا احساس دلاتے ہیں تو دوسری طرف اس بالاتر قوت کی طرف متوجہ کرتے ہیں جس کے قبضہ قدرت میں ہر شے ہے۔ اسی نے اس دنیا کو انسان کی آزمائش اور امتحان کے لیے پیدا کیا اور اسے وقتاً فوقتاً جھنجھوڑ کر غفلت سے بیدار کرنے اور راہ حق و صواب کی طرف پلٹنے اور اپنے رب کے دامن کو تھامنے کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے۔ قضا و قدر کا یہ نظام جہاں اپنے اندر تعلیم اور عبرت کا بے پناہ سامان رکھتا ہے' وہیں انسان کے لیے غفلت سے نکل کر خیر' حق اور معروف کی طرف پلٹنے کے امکانات اور محرکات بھی فراہم کرتا ہے۔ وہ جن کے دل و دماغ پر مہر لگ گئی ہے ان سب کے لیے مزید نشان عبرت بنا دیتا ہے کہ بار بار کی تنبیہوں کے باوجود گمراہی میں مگن اور تباہی کی طرف بگٹٹ رواں رہتے ہیں۔

اسلامی نظام فکر و عمل کا یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی ایک آزمائش اور امتحان ہے اور ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ دنیوی زندگی میں جو بھی مصیبت یا تکلیف پیش آتی ہے وہ آنکھیں کھولنے کی ایک تدبیر ہے اور بیدار کرنے کے لیے ایک تازیانہ:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ○ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ج وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (الشوریٰ ۴۲: ۳۰-۳۱) تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے، اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔ تم زمین میں اپنے خدا کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو، اور اللہ کے مقابلے میں تم کوئی حامی و ناصر نہیں رکھتے۔

آزمایش کا اصل مقصد اپنے آقا اور مالک اور راہ صواب کی طرف پلٹ آنے کی ترغیب اور تعلیم ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ (الانبیاء ۲۱: ۳۵) ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمایش کر رہے ہیں آخر کار تمھیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔

اللہ نے اپنی پکڑ اور اس کے مقاصد سے انسان کو کھول کھول کر متنبہ کر دیا ہے:

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ○ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ○ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ج فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف ۷: ۹۷-۹۹) پھر کیا بستیوں کے لوگ اب اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی اچانک ان پر رات کے وقت نہ آجائے گی جب کہ وہ سوئے پڑے ہوں؟ یا انھیں اطمینان ہو گیا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ کبھی یکایک ان پر دن کے وقت نہ پڑے گا جب کہ وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں۔ حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔

اصل پکڑ تو آخرت میں ہو گی لیکن اس سے پہلے غفلت سے بیدار کرنے اور غلط کاریوں پر متنبہ کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے جھٹکے اس دنیا میں لگتے رہیں گے جو خدا سے ڈرنے والوں کو اپنے رب کی طرف پلٹنے کا موقع فراہم کریں گے۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (السجدہ ۳۲: ۲۱) اس بڑے عذاب سے پہلے ہم اسی دنیا میں (کسی نہ کسی چھوٹے) عذاب کا مزہ انھیں چکھاتے رہیں گے، شاید کہ یہ (اپنی باغیانہ روش سے) باز آجائیں۔

بیدار کرنے والے یہ تازیانے جلدی جلدی بھی آسکتے ہیں اور لمبی مدتوں اور لمبی ڈھیل دینے کے بعد بھی:

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِىْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (التوبہ ۹: ۱۲۶) کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ یہ آزمایش میں ڈالے جاتے ہیں؟ مگر اس پر بھی نہ

توبہ کرتے ہیں نہ کوئی سبق لیتے ہیں۔

قرآن کے پورے نظام فکر و عمل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی یہ سلطنت اور اس کا پورا نظام کار صرف طبعی قوانین (physical laws) ہی سے عبارت نہیں بلکہ اس میں ایک عظیم اخلاقی قانون (moral law) بھی کارفرما ہے جس کے تحت خود اس دنیا میں مکافات عمل کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ کچھ نتائج یہاں رونما ہوتے ہیں' لیکن مکمل نتائج یہاں رونما ہو ہی نہیں سکتے۔ یہ بالآخر آخرت میں سب کے سامنے ہوں گے۔

اس نظام کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس زندگی میں بھی راحت و رنج' مفلسی اور امیری' غلبہ اور محکومی' قوت اور ضعف' صحت اور بیماری' ترقی اور تباہی' فراوانی اور قحط' غرض ہر طرح حالات انسان کی آزمایش کے لیے ہیں تاکہ خالق سماوات و ارض یہ دیکھے کہ انسان اچھے حالات میں شکر کی روش اختیار کرتا ہے یا غرور میں اندھا ہو کر' ظالم' خدا فراموش اور نفس کا بندہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح اگر برے حالات سے سابقہ ہے تو اس میں صبر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا کم ہمتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے' پست' ذلیل اور ناجائز راستے اختیار کر ڈالتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کا معاملہ عجیب و غریب ہے۔ اس کا تو ہر معاملہ اس کے حق میں سراپا خیر ہوتا ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں ہے۔ اگر اسے خوشی اور راحت پہنچے تو شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لیے خیر ہوتا ہے۔ اور اگر اسے کوئی تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے سرتاسر خیر ہوتا ہے"۔ ترمذی میں یہ اس طرح آیا ہے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر آزمایش آتی رہتی ہے کبھی خود اس پر کوئی آفت آتی ہے' کبھی اس کی اولاد پر' اور کبھی اس کے مال پر (اور وہ صبر اختیار کرتا ہے جس سے اس کا قلب صاف ہوتا ہے) یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے تو اس کے ساتھ کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ دنیاوی مصائب کے اخلاقی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے سورۃ الشوریٰ کی آیت ۳۰ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "واضح رہے کہ یہاں تمام انسانی مصائب کی وجہ بیان نہیں کی جا رہی ہے بلکہ روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جو اس وقت مکہ معظمہ میں کفر اور نافرمانی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر اللہ تمھارے سارے قصوروں پر گرفت کرتا تو تمھیں جیتا ہی نہ چھوڑتا لیکن یہ مصائب جو تم پر نازل ہوئے ہیں (غالباً اشارہ ہے مکہ کے قحط کی طرف) یہ محض بطور تنبیہ ہیں تاکہ تم ہوش میں آؤ' اور اپنے اعمال کا جائزہ لے کر دیکھو کہ اپنے رب کے مقابلے میں تم نے کیا روش اختیار کر رکھی ہے اور یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ جس خدا سے تم بغاوت کر رہے ہو اس کے مقابلے

میں تم کتنے بے بس ہو' اور یہ جانو کہ جنھیں تم اپنا ولی و کارساز بنائے بیٹھے ہو' یا جن طاقتوں پر تم نے بھروسہ کر رکھا ہے' وہ اللہ کی پکڑ سے بچانے میں تمھارے کسی کام نہیں آسکتیں"۔

اسی طرح سورۃ السجدہ کی آیت ۲۱ کی تشریح میں مولانا مودودی لکھتے ہیں: "عذاب اکبر" سے مراد آخرت کا عذاب ہے جو کفر و فسق کی پاداش میں دیا جائے گا۔ اس کے مقابلے میں "عذاب ادنٰی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد وہ تکلیفیں ہیں جو اسی دنیا میں انسان کو پہنچتی ہیں۔ مثلاً افراد کی زندگی میں سخت بیماریاں' اپنے عزیز ترین لوگوں کی موت' الم ناک حادثے' نقصانات' ناکامیاں وغیرہ اور اجتماعی زندگی میں طوفان' زلزلے' سیلاب' وبائیں' قحط' فسادات' لڑائیاں اور دوسری بہت سی بلائیں جو ہزاروں' لاکھوں' کروڑوں انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ ان آیات کے نازل کرنے کی مصلحت یہ بیان کی گئی ہے کہ عذاب اکبر میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی لوگ ہوش میں آجائیں اور اس طرز فکر و عمل کو چھوڑ دیں جس کی پاداش میں آخرکار انھیں وہ بڑا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو بالکل بخیریت ہی نہیں رکھا ہے کہ پورے آرام و سکون سے زندگی کی گاڑی چلتی رہے اور آدمی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ اس سے بالاتر کوئی طاقت نہیں ہے جو اس کا کچھ بگاڑ سکتی ہو' بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کر رکھا ہے کہ وقتاً فوقتاً افراد پر بھی اور قوموں اور ملکوں پر بھی ایسی آفات بھیجتا رہتا ہے جو اپنی بے بسی کا اور اپنے سے بالاتر ایک ہمہ گیر سلطنت کی فرماں روائی کا احساس دلاتی ہیں۔ یہ آفات ایک ایک شخص کو' ایک ایک گروہ کو اور ایک ایک قوم کو یہ یاد دلاتی ہیں کہ اوپر تمھاری قسمتوں کو کوئی اور کنٹرول کر رہا ہے۔ سب کچھ تمھارے ہاتھ میں نہیں دے دیا گیا۔ اصل طاقت اسی کارفرما اقتدار کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی طرف سے جب کوئی آفت تمھارے اوپر آئے تو نہ تمھاری کوئی تدبیر اسے دفع کر سکتی ہے' اور نہ کسی جن' یا روح' یا دیوی اور دیوتا یا نبی اور ولی سے مدد مانگ کر تم اس کو روک سکتے ہو۔ اس لحاظ سے یہ آفات' محض آفات نہیں ہیں بلکہ خدا کی تنبیہات ہیں جو انسان کو حقیقت سے آگاہ کرنے اور اس کی غلط فہمیاں رفع کرنے کے لیے بھیجی جاتی ہیں۔ ان سے سبق لے کر دنیا ہی میں آدمی اپنا عقیدہ اور عمل ٹھیک کرے تو آخرت میں خدا کا بڑا عذاب دیکھنے کی نوبت ہی کیوں آئے" (تفہیم القرآن' جلد ۴' ص ۴۸)۔

بیسویں صدی کے اس سب سے تباہ کن زلزلے پر ایک مسلمان کے قلب و ذہن سے غور کیا جائے تو اس میں صرف ہمارے ترک بھائیوں اور بہنوں ہی کے لیے نہیں' پوری امت مسلمہ کے لیے عبرت اور موعظت کا بڑا سبق ہے۔ یہ ایک ایسا موقع ہے کہ جب ہم سب کو اپنی زندگی کے اخلاقی' سماجی' معاشی'

سیاسی پہلو اور تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات کا جائزہ لینا چاہیے۔ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اپنے دل و دماغ اور فکر و نظر پر پڑے ہوئے غفلت، نفاق اور خدا فراموشی کے پردوں کو چاک کر دیں اور اپنے خالق کی طرف رجوع کریں، اپنی غلطیوں، کوتاہیوں اور بغاوتوں سے توبہ کریں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے کی طرف خلوص دل سے پلٹ آئیں۔

ترکی کے غیور مسلمانوں کا رد عمل بالکل انھی فطری خطوط پر ہے۔ ان کا ایمان اپنے رب پر تازہ ہو گیا ہے۔ جغرافیائی حقائق، تحت زمین فاصلے اور زلزلوں کے متوقع مقامات (fault lines) اپنی جگہ --- اور مسلمان قدرتی اسباب کو نظرانداز نہیں کرتا--- لیکن یہ اسباب و عوامل تو ہمیشہ سے تھے اور ہمیشہ رہیں گے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ترکی کی تاریخ میں جب پہلا بڑا زلزلہ ۱۸۹۴ میں آیا، اس وقت دولت عثمانیہ اپنی آخری ہچکیاں لے رہی تھی، مغربی اقوام گدھوں کی طرح مسلم ترکی کی بوٹیاں نوچ رہے تھے، ترقی اور امن کے نام پر سیکولرزم اور قومیت کے عفریت ملت اسلامیہ پر مسلط ہو رہے تھے اور ترک قیادت غفلت اور عیش و عشرت میں مگن تھی۔ ایک طرف یورپین اقوام سے قرض لے رہی تھی اور دوسری طرف انھی سے امن کی بھیک مانگ رہی تھی۔ وہ قوم جس نے چار سو سال تک ایک چوتھائی دنیا پر اسلام کے پرچم کو لہرایا تھا، وہ ہر قدم پر پسپائی اختیار کر رہی تھی۔ انیسویں صدی کے اختتام پر پڑنے والا تازیانہ عبرت قوم کو بیدار کرنے میں ناکام رہا اور بالآخر دولت عثمانیہ صرف اناطولیہ تک محدود ہو گئی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ترک قوم جو اسلام کے پیغام کی علم بردار اور امت مسلمہ کی آبرو کی محافظ تھی سیکولرزم اور مغربی اباحت پرستی کی آماجگاہ بن گئی۔ اس پورے عرصے میں اسلامی قوتیں برسرپیکار رہیں۔ اس کے نتیجے میں گذشتہ پچاس سال میں اسلامی احیا کی لہریں زندگی کے ہر شعبہ میں رونما ہوئی ہیں اور عوامی تائید سے غلبہ کے قریب پہنچ گئی ہیں لیکن فرنگی نظام کے پاسبان اسلامی احیا کی ہر رو کو جبر و تشدد سے دبانے پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمان عورت کو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی کا لباس پہن سکے اور اپنے آپ کو حجاب کا پابند بنا سکے۔

بیسویں صدی کے ان آخری مہینوں میں آنے والے اس زلزلے نے در و دیوار ہی کو نہیں ہلا ڈالا، اس نے دل و دماغ میں بھی ایک ہلچل پیدا کر دی ہے اور فوج اور سیکولر حکمران طبقے (establishment) کے ایک محدود طبقے کو چھوڑ کر زندگی کے ہر شعبے سے متعلق باشعور مسلمان اس آفت کو عذاب الٰہی کی ایک شکل اور غالب نظام زندگی کے لیے ایک تازیانہ تصور کر رہے ہیں اور اس کا برملا اظہار کر رہے ہیں۔ صدر اور وزیراعظم تو بس حکم ربی (Act of God) کہہ کر چپ ہو گئے لیکن نوجوان اپنے اضطراب اور ظالمانہ سیکولر نظام سے برأت کا برملا اظہار کر رہے ہیں۔ لندن کا اخبار فائی نانشل ٹائمز ان جذبات کی اس طرح عکاسی کرتا ہے:

گذشتہ ہفتے کے زلزلے نے ترکی میں آزاد سول انتظامیہ کی کمی کو واشگاف کر دیا ہے اور اب بہت

سے لوگ یہ سوال کر رہے ہیں کہ اسلامی اور دوسرے گروپوں پر پابندی کی ریاست نے کیا قیمت ادا کی ہے؟ بہت سی جگہوں پر محرومی اور مایوسی کا احساس نئے آغاز کی انقلابی خواہش میں تبدیل ہو گیا ہے۔ انگریزی اخبار ڈیلی نیوز کے کالم نگاروں نے سول انتظامیہ اور اسلامی عناصر کے تحت کام کرنے والی کمپنیوں کے درمیان امتیاز کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے۔ ان جذبات کا اظہار آدابازاری کیفے میں ہوا جہاں ایک آدمی نے کہا: ہم اتحاد اور بھائی چارے کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ کیفے کے مسلمان مالک نے کہا: "میں اپنے مذہبی عقائد پر اپنی خواہش کے مطابق عمل نہیں کر سکتا۔ میرے اوپر پابندیاں ہیں"۔ سڑک کے دوسری طرف ایک اسلامی بنک کاری تنظیم اخلاص فنانس کے ایک نوجوان نے زیادہ آگے بڑھ کر یہ کہا: حکومت ہمارے ساتھ اپنے رویے کو کبھی تبدیل نہیں کرے گی۔ میرا یہ یقین ہے کہ یہ زلزلہ اسلامی عناصر کے ساتھ حکومت کی بدسلوکی کا نتیجہ ہے۔ (۲۳ اگست ۱۹۹۹)

اسی اخبار کے نمایندے نے اسلامی تنظیموں اور مسلمان رضاکاروں کی خدمتی سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح ہر طرف سے یہ نوجوان تباہ حال خاندانوں کی مدد اور خدمت کے لیے اُمڈ پڑے ہیں۔

لندن کے ایک دوسرے روزنامے دی گارجین کا نمایندہ Chris Morris استنبول سے لکھتا ہے:

شمال مغربی ترکی کے مسلمان جب کل جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہے تھے تو ان میں سے کچھ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ گذشتہ ہفتے کا تباہ کن زلزلہ جس نے ہزاروں جانیں لے لیں' کہیں خدا کی طرف سے کوئی تنبیہ تو نہیں؟ استنبول کے مضافات میں غذا کے لیے لائن میں کھڑے ہوئے ایک آدمی نے کہا: یہاں قحبہ گری ہے' یہاں رشوت ہے۔ ہمیں اس کی سزا دی جا رہی ہے۔ ہمیں فکر کرنا چاہیے۔ (۲۸ اگست ۱۹۹۹)

اس نامہ نگار کے بہ قول استنبول کے بہت سے علاقوں میں لوگوں نے شراب کی دکانوں کے شیشے توڑ دیے۔ پورے ملک میں فضیلت پارٹی کے نوجوان کارکن گھر گھر اور خیمہ خیمہ جا کر تباہ حال خاندانوں کی مدد کر رہے ہیں اور ان کے لیے سرچھپانے کا انتظام کر رہے ہیں۔

گارجین کا نمایندہ' ایوی جلر (Avicilar) کے علاقے کا دورہ کر کے لکھتا ہے:

ایوی جلر شاید اسلام پسندوں کا کوئی مضبوط گڑھ نہیں ہے لیکن یہاں بھی ایسے لوگ مل جائیں گے جو مذہبی سرگرمیوں پر سرکاری پابندیوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ لوگ دینی مدرسوں کی بندش' سرکاری عمارتوں میں اسلامی طریقے سے سرڈھانپنے پر پابندی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خدا ناراض ہے۔

لیکن اس سب کے باوجود یہی نمایندہ لکھتا ہے کہ حکومت کا رویہ جارحانہ ہے اور اسلامی تنظیموں اور کارکنوں کو خدمت کرنے سے روکا جا رہا ہے' بنکوں میں ان کی رقوم پر قبضہ کیا جا رہا ہے اور ان کے سامان

سے بھرے ہوئے ٹرک لوٹائے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر نجم الدین اربکان نے' جن پر سیاسی بات کرنے پر پابندی ہے' دعائیہ انداز میں اپنی بات کہی ہے:

> اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں کو معاف کرے' ہمیں سیدھے راستے پر چلائے اور ہمیں رہنمائی فراہم کرے۔ (دی گارجین' ۲۸ اگست ۱۹۹۹)

ایک سینیر جج نے ہمت کر کے پورے نظام پر سخت تنقید کی ہے۔ دی انڈی پنڈنٹ' لندن کا مقالہ نگار Justin Hugler اپنے ایک مضمون Hands Accross the Rubble of Earth quakes میں فوج اور سیاسی قیادت پر لوگوں کے عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> پاپانیدرو کے یورپی یونین کے بم کے چند روز بعد ہی ترکی کے ایک سینیر جج نے بھی ایک اپنا بم پھینکا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ ترکی کے پورے دستور کو دوبارہ مرتب کیا جائے۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ ایک مریض اور بھونڈی ریاست ہے جو اپنے عوام پر اعتماد نہیں کرتی اور عدالتوں میں ان سے ان قوانین کی بنیاد پر مقابلہ کرتی ہے جن کو سیاسی پالیسی کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ یہ بات سمیع سیلوق نے آزادی اظہار پر پابندیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہی۔ مسٹر سیلوق کے خیالات کی وسیع پیمانے پر تحسین کی گئی۔

بطور مشتے نمونہ از خروارے' یہ ہے ان جذبات و احساسات کی ایک جھلک جن کا اظہار ساری پابندیوں کے باوجود زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق افراد برملا کر رہے ہیں۔ سیکولر قیادت اپنے غرور اور زعم میں مبتلا ہے لیکن عام مسلمانوں کا رجوع الی اللہ اور اس کے دین کے ساتھ لگاؤ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ وہ اس ظالمانہ نظام سے نجات کے خواہاں ہیں جس نے ان کے' ان کے دین' ان کی تاریخی روایات اور ان کے دل کے سکون کو چھین لیا ہے۔ مغرب اس نئی رو سے اتنا خوف زدہ ہے کہ فنانی نانشل ٹائمز کی مقالہ نگار Lezleh Boulton ۱۱' ۱۲ ستمبر کے شمارے میں اس خدشے کا اظہار کر رہی ہے کہ "ترک سلطنت کا احیا دوبارہ کیوں؟" ("Why the Turkish Empire may strike back"?) اس کا خیال ہے کہ ملک میں دولت عثمانیہ کی عظمت رفتہ کے احیا کے جذبات پھر سے جنم لے رہے ہیں اور ترک عوام محسوس کر رہے ہیں کہ وہ خود اپنے معاملات پر قادر نہیں بلکہ دوسروں کے زیر اثر ہیں۔ ایک عام مغرب زدہ خاتون تک کا یہ احساس ہے کہ

> بیشتر ترک اپنے شہنشاہانہ ماضی کے اس شان دار دور پر بات کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جس کے عروج کے وقت عثمانیوں کی افواج ویانا کے دروازوں پر پہنچ گئی تھیں۔ مسلمان سلاطین ایسی سلطنت پر حکومت کر رہے تھے جو دوسری قومیتوں اور مذاہب کے لیے غیر معمولی طور پر روادار تھی۔ عثمانیہ سلطنت اس وقت اسی طرح دنیا پر حکمران تھی جس طرح آج امریکہ ہے۔ یہ بات ایک ٹرک ڈرائیور

تو را گیسی نے کہی۔ (دی فائنانشل ٹائمز' ۱۱' ۱۲ ستمبر ۱۹۹۹)

اخلاقی' دینی اور نظریاتی پہلو کے ساتھ ساتھ مادی اور تدبیر منزل کے نقطۂ نظر سے بھی جائزے اور احتساب کی ضرورت ہے۔ ترک قوم اس پہلو سے بھی بے حد مضطرب اور حالات کے تجزیے میں مصروف ہے۔

اسلام میں قضا و قدر کا تصور اسلام کے باقی تمام تصورات کی طرح انقلابی ہے۔ بلاشبہ ایک پتا بھی اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں ہلتا اور ہر چیز پر خدا کی مشیت غالب اور بالادست ہے' لیکن جہاں طبیعی معاملات کے اخلاقی اور نظریاتی پہلو ہیں' وہیں طبیعی پہلوؤں کا مطالعہ اور ان کو متاثر کرنے کی کوشش اسلامی تصور کا ایک جزو لاینفک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر توکل کرو لیکن اپنا اونٹ باندھ کر رکھو۔ نہ اونٹ باندھنا توکل کے خلاف ہے اور نہ توکل کے یہ معنی ہیں کہ اب اونٹ باندھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ فتح و شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن جنگ کی تیاری اور زیادہ سے زیادہ طاقت کا حصول اور مقابلے کے لیے تیار بندھے رہنے والے گھوڑے مہیا کرنا بھی اسی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ بیماری اور موت اللہ کی طرف سے ہے لیکن اسی اللہ نے ہر مرض کے لیے علاج کا بھی سامان فرمایا ہے اور ہر مرض کے لیے علاج کی تلاش اور اس سے استفادہ بھی قضا و قدر ہی کا حصہ ہے۔ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مسلمان علاقے میں طاعون کی وبا پھوٹی تو خلیفۃ المسلمین نے وہاں کے باشندوں کو ہدایت کی جو اس علاقے میں ہیں ڈر کر نہ بھاگیں اور جو باہر ہیں وہ وبا کے علاقے میں نہ جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوخزامہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قضا و قدر کے سلسلے میں سوال کیا کہ "جھاڑ پھونک کا ہمارے ہاں رواج ہے' دوا دارو اور علاج معالجہ بھی ہوتا ہے اور دشمن کا حملہ ہو تو ڈھال سے بچاؤ بھی کیا جاتا ہے۔ کیا یہ سب چیزیں خدا کی مقرر کی ہوئی تقدیر کو پھیر سکتی ہیں؟ تو آپ ؐ نے فرمایا: "یہ بھی تقدیر کا ایک سلسلہ ہے"۔

ترکی میں زلزلے سے ہونے والی تباہی کی جو تفصیلات سامنے آئی ہیں' انھیں پڑھ کر یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ترکی کے زلزلے میں جدید دور کی نئی عمارتیں کاغذ کے گھروندوں کی طرح بیٹھ گئیں جب کہ پرانی عمارتیں جھٹکوں کو سہہ گئیں یا معمولی ٹوٹ پھوٹ کا نشانہ بنیں۔ اس ذیل میں کئی بڑے اہم سوال اٹھائے جا رہے ہیں یعنی:

الف: زلزلے کی زد میں آنے والے علاقے دنیا کے کچھ حصوں میں معلوم و معروف ہیں۔ خصوصیت سے ترکی' یونان' وسط ایشیا' ایران کی فالٹ لائنز (fault lines) جانی پہچانی ہیں۔ پھر ان علاقوں میں ایسی تعمیرات کی اجازت کیوں دی گئی جو زلزلے کے متوقع جھٹکوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ نیز فن تعمیر میں ان احتیاطوں کو کیوں نہ ملحوظ رکھا گیا جو نقصان کو کم سے کم کرنے کا ذریعہ بن سکتیں؟ انھی علاقوں میں چار سو اور تین سو سال پہلے کی بنی ہوئی عمارتیں زلزلے کے جھٹکوں کو برداشت کر گئیں لیکن دوسری جنگ کے بعد اور گذشتہ

بیس سال میں بننے والی اونچی اونچی عمارتیں زمین بوس ہو گئیں۔ نئی بستیاں آباد کرنے میں خصوصیت سے اہم صنعتوں اور ریفائنریوں کے قیام کے لیے مخدوش علاقوں سے احتراز کیوں نہیں کیا گیا؟ یہ کیسی ٹاؤن پلاننگ ہے جو زمینی حقائق کو مدنظر رکھے بغیر کی گئی ہے۔

ب: اس پورے علاقے میں ریکٹر اسکیل میں ۱۰ درجے تک کے زلزلوں کا امکان تاریخی معلومات کی روشنی میں موجود تھا۔ نیز ۱۰ درجے تک کے زلزلوں کو برداشت کرنے والی ٹکنالوجی بھی معروف اور موجود ہے۔ امریکہ میں کیلی فورنیا اور جاپان کے بیشتر علاقے کی بھی یہی کیفیت ہے اور یہاں ایسی تعمیراتی ٹکنالوجی کم از کم پچاس ساٹھ سال سے استعمال ہو رہی ہے۔ تعمیرات کے لیے ایسے قواعد و ضوابط بنائے جا چکے ہیں جو عام حالات میں اس درجے کے زلزلوں کو برداشت کر سکتے ہیں یا کم از کم نقصان کو کم از کم حد تک رکھ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سان فرانسسکو میں ۱۹۸۹ کے زلزلے میں جو ۱.۷ درجہ ریکٹر اسکیل کا تھا، گو مالی نقصان وسیع پیمانے پر ہوا مگر مرنے والوں کی تعداد ۶۲۹ تھی۔ جب کہ ترکی میں ۴.۷ درجہ ریکٹر اسکیل کے حالیہ زلزلے میں جاں بحق ہونے والوں کی تعداد ۴۰ سے ۴۵ ہزار ہے۔ جس انداز میں عمارتیں گری ہیں، خصوصیت سے نئی عمارتیں، ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعمیراتی قواعد و ضوابط کی پابندی نہیں کی گئی اور کرپشن کی وجہ سے صحیح مقدار میں تعمیراتی لوازمہ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔

ج: زلزلے کی بروقت اطلاع کے بارے میں حکومت اور اس کے اداروں نے مجرمانہ غفلت برتی ہے۔ صدر مملکت تک کو زلزلے کی اطلاع اصل واقعے کے چار گھنٹے بعد ہوئی۔ محکمہ موسمیات کو زلزلے کا اندازہ زلزلے کے بعد ہوا۔ وارننگ کا کوئی نظام موجود نہیں تھا۔ پھر ایسی ایمرجنسی کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی تیاری اور ٹریننگ نہیں تھی۔ آج حادثوں سے نبٹنے (disaster management) کا ایک معروف نظام موجود ہے۔ یونان اور اسرائیل اس لحاظ سے تیار تھے اور زلزلے کے چند ہی گھنٹے کے بعد ان کی امدادی ٹیمیں پہنچ گئیں، لیکن ترکی کے پاس اپنا کوئی نظام نہ تھا بلکہ بیرونی مددکاروں سے کام لینے کا بھی کوئی نظام نہ تھا۔ نظام مواصلات کا یہ حال تھا کہ زلزلے کے ۲۴ گھنٹے بعد بھی وزیراعظم صاحب تک کو ہدایات دینے کے لیے ریڈیو اور ٹی وی کو استعمال کرنا پڑا۔ فوج بھی زلزلے کے پانچویں دن میدان میں آئی جس پر سارا ملک چیخ اٹھا ہے۔ جس درجے پر تباہی واقع ہوئی، اس میں شہری پلاننگ کی بے قاعدگیاں، ٹھیکے داروں کی بدعنوانیاں، سرکاری عملہ کی کوتاہیاں اور کرپشن اور تعمیراتی لوازمہ کے غیر معیاری ہونے کا بھی اہم دخل ہے۔ ان سب کا احتساب ہونا چاہیے۔ نیوزویک نے اپنی ۳۰ اگست کی اشاعت میں درست ہی کہا ہے:

> بہت سے ترک حکام یہ سمجھتے ہیں کہ کیلی فورنیا سے اصل فرق یہ ہے کہ بیشتر ترک ٹھیکیدار غیر معیاری تعمیر کرتے رہے ہیں اور معائنے کا کوئی ایسا انتظام نہیں ہے جو ان کو روک سکے۔ یہ بہت سادہ سی بات ہے کہ ایک کنکریٹ بنانے کے لیے زیادہ ریت اور کم سمیٹ استعمال کی جائے یا مطلوبہ

ضرورت سے بہت کم لوہے کا استعمال کیا جائے' بغیر اس کے کہ کوئی اس فرق کو نوٹ کرے۔

لندن اکانومسٹ نے پوری صورت حال کو اپنے ایک تازہ اداریے میں یوں سمیٹ لیا ہے:

> جوں جوں ترکی کے زلزلے کے نتیجے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد سامنے آتی گئی' اس کے ساتھ ہی امداد اور جانیں بچانے کے سرکاری انتظامات کی سست روی بھی واضح ہوتی گئی۔ گذشتہ ہفتے کے صدمے اور افسوس کے بعد اب ترکی میں سب سے بڑا احساس غصے کا ہے۔ غصہ حکومت پر' کہ وہ مدد پہنچانے اور بچنے والوں کو مدد دینے کے لیے بہت دیر سے حرکت میں آئی۔ غصہ ملکی نوکر شاہی پر' جنھوں نے غیر معیاری عمارات کی اجازت دی جو ریت کے گھروندوں کی طرح بیٹھ گئیں۔ غصہ اپنے ملک کی فوج پر' جو جلدی مدد کے لیے نہ آئے۔ یہ غصہ بیشتر صورتوں میں درست اور جائز ہے۔
>
> یہ بات ناقابل یقین محسوس ہوتی ہے کہ ترکی کے پاس' جو ایک ارضیاتی فالٹ لائن پر واقع ہے۔ جانیں بچانے کا کوئی تربیت یافتہ عملہ نہ تھا۔ حکومت نہ صرف اس طرح کی کسی ٹیم کو تربیت دینے اور سامان فراہم کرنے میں ناکام رہی بلکہ یہ اس واحد ادارے کو بھی متحرک کرنے میں ناکام رہی جس کی طاقت اور ڈسپلن روایتی ہے یعنی فوج۔ جب غیر ملکی ماہرین ملبے کے اندر سوراخ کر کے اور کاٹ کر اپنا راستہ بنا رہے تھے' اور جب ترک رضاکار اپنے مشینری اوزار اور ہاتھوں سے خوراک اور ادویات فراہم کر رہے تھے' ان کی حکومت بالکل جامد کھڑی تھی۔ فوج' جو خود حادثات کا شکار تھی' زلزلے کے مکمل ۴ دن بعد ہفتے کے روز سرگرم ہوئی۔ ان دونوں ناکامیوں کی مکمل ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔

اکانومسٹ قوم کی کیفیت کا صفائی سے یوں اظہار کرتا ہے:

> اس ہفتے اپنی ریاست پر ترک عوام کے غم و غصے کا اظہار حیران کن تھا۔ کیا یہ تبدیلی کے لیے قوت میں تبدیل ہو جائے گا۔ شاید ایسا ممکن ہو اگر اس کی وجہ سے حکومت کے ایک فرد نے جس انکسار کا اظہار کیا' اس میں اضافہ ہو' اور اگر یہ ترکی میں زیادہ کھلی فضا اور آزادی کی اجازت دینے کی شکل اختیار کرے' خواہ اس سے ۱۹۲۳ کے اتاترک کے ورثے میں چھوڑے ہوئے سیکولر عقیدے کو چیلنج کیا جائے۔

اگر اگست کا زلزلہ قوم کی آنکھیں کھول دیتا ہے' سیکولر نظام کے پائے چوبین کو پوری طرح نمایاں کر دیتا ہے' قوم کی اسلامی امنگوں کے اظہار کا راستہ کھل جاتا ہے اور عدل' دیانت اور خدا ترسی پر مبنی نظام کے بروئے کار آنے کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں تو جو دکھ ترک قوم نے اس زلزلے کی تباہ کاری کی شکل میں اٹھائے ہیں ان کا کچھ مداوا ہو سکے گا اور ترکی ایک بار پھر ان عظمتوں اور بلندیوں کی طرف اٹھنے کی راہ پر گامزن ہو گا جن کی جھلک دولت عثمانیہ کی تاریخ میں دیکھی جا سکتی ہے اور جس کی تابندہ نشانیاں جامع

سلیمانیہ' جامع سلطان احمد اور قصر توپ کاپی کی صورت میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

ترکی کے زلزلے نے جن مزید سوالات کو جنم دیا ہے ان کا تعلق صرف ترکی سے نہیں پوری ملت اسلامیہ سے ہے۔ کراچی' قاہرہ' کانو اور مراکش کی عمارتیں اور ان کو بسانے والے بھی انھی خطرات کی زد میں ہیں جنھوں نے حال ہی میں ازمت' انقرہ اور استنبول کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ مسلم دنیا کے باقی علاقوں کی اخلاقی اور دینی حالت بھی ترکی سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے اور نظام حکمرانی' تعمیراتی دیانت' نگرانی اور احتساب کا نظام نیز سیاسی اور شخصی آزادپرستی کی کیفیت بھی ترکی سے بہت مختلف نہیں۔ بیرونی قوتوں کی گرفت اور دراندازیوں میں بھی زیادہ فرق نہیں۔ سبھی کا حال یہ ہے کہ تن ہمہ داغ داغ شد' پنبہ کجا کجا نہم!

ترکی کا زلزلہ صرف اہل ترکی کے لیے عبرت کا تازیانہ نہیں' پوری ملت اسلامیہ کو خواب خرگوش سے بیدار کرنے والی پکار ہے۔ سیاسی آزادی کے باوجود فکری' تہذیبی' معاشی' اخلاقی اور غلامی کا وہی حال ہے۔ مسلمان آج خود اپنی سرزمین پر اپنی قسمت کو اپنی اقدار اور ایمان کے مطابق تعمیر کرنے کے حق سے محروم ہیں۔ بددیانتی اور کرپشن زندگی کے شعار بن گئے ہیں۔ امت کے وسائل امت کی بہتری پر خرچ کیے جانے کے بجائے چند خاندانوں کے عیش و عشرت کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ ترکی ہی نہیں کسی بھی مسلمان ملک کے پاس حوادث سے نبٹنے کا نظام (disaster management) موجود نہیں ہے۔ اگر صرف تیل کی دولت پر خمس عائد کر دیا جائے تو وہ پوری مسلم دنیا سے غربت' افلاس' ناخواندگی اور بیماری کا خاتمہ کرنے اور معاشی اور سماجی ترقی کے اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ آج مسلمان ملک دفاعی اخراجات کے نام پر جو رقم مغربی ممالک کو تحفہ میں دے رہے ہیں اس کی ایک چوتھائی بھی مسلم دنیا کو دور جدید کی ایک قابل ذکر قوت بنانے کے لیے کافی ہے۔ مسلمان ممالک کے حکمرانوں' بادشاہوں اور سرمایہ داروں کی جو رقوم صرف مغربی ممالک کے بنکوں میں رکھی ہوئی ہیں' ان کا ایک معمولی حصہ ساری مسلم دنیا کے مضطر اور مفلوک الحال لوگوں کو اس عذاب سے نکالنے کے لیے کافی ہے۔ لیکن قوم اور خصوصیت سے اس کی قیادت غفلت کا شکار ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ اپنے گھر کو درست کرے۔ دوسروں پر انحصار ختم کرے اور اپنے وسائل سے' اپنے نظریات اور اقدار کے مطابق اپنی دنیا تعمیر کرے۔ ترکی کے زلزلے کے بعد اسرائیل سے جو ٹیم مدد کے لیے آئی تھی' اس کے ایک ڈاکٹر نے ایک ۱۱ سالہ لڑکی کی جان بچائی اور ۷۱ گھنٹے اس مہم میں صرف کیے لیکن نیوز ویک کے مطابق:

> ان طویل گھنٹوں میں جب ہم نے اس کی جان بچائی' ہم نے اسے عبرانی زبان کے کچھ الفاظ بھی سکھائے اور اعتماد کا رشتہ قائم کیا۔

مقام عبرت ہے کہ ہمارے دشمن کس طرح سرگرم عمل ہیں اور مسلمان سو رہے ہیں۔ ترکی کے

زلزلے اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے واقعات اور حالات سے پوری امت کی آنکھیں کھل جانی چاہییں۔ ہمارے پاس وہ تمام وسائل ہیں جن سے ہم اپنے حالات کو سنوار سکتے ہیں لیکن ہم میں وہ جذبہ، وہ تحریک اور وہ قیادت نہیں جو وقت کے تقاضوں کو اسلام کے مطابق اور امت کے مفاد میں پورا کر سکے۔ اسلامی ترقیاتی بنک اور او آئی سی (Organisation of Islamic Conference) تو موجود ہیں، مگر وہ امت کو صحیح قیادت فراہم کرنے اور اس کی ضرورتوں کے مطابق نظام عمل بنانے میں ناکام ہیں۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان اپنے وسائل کو اپنے ہاتھوں میں لیں اور ان کا صحیح استعمال سیکھیں اور سب مل کر ملت کو غیروں کے تسلط سے نجات دلائیں۔ صرف اس صورت میں وہ اپنے لیے ایک نئی دنیا تعمیر کر کے حقیقی آزادی اور سربلندی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

اشاعت میں اضافے کی مہم

علمی، دعوتی، مسلکی اور تبلیغی پرچے تو بے شمار ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے، اپنے اپنے انداز اور اپنے اپنے میدان میں کم یا بیش خدمات بھی انجام دی ہیں لیکن بیسویں صدی کی امت اسلامیہ پاک و ہند کی تاریخ میں اسلام کے احیا اور ملت کو اس کے اصلی مشن کے لیے ایک بار پھر کمربستہ کرنے میں جو کردار ترجمان القرآن نے ادا کیا ہے وہ منفرد اور تابناک ہے۔ ایک غیر مسلم اہل قلم (ولفریڈ اسمتھ) نے صحیح ہی لکھا تھا کہ مستقبل کا مورخ اس مجلّے کے تاریخی کردار کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔ میری نسل کے لوگوں کے لیے تو مسئلہ تاریخ کا نہیں بلکہ خود ان کی زندگیوں کے رخ کو بدلنے اور انھیں "آشفتہ مغز، آشفتہ ہو" کے زمرے سے نکال کر حق و باطل کی کشمکش میں اعلائے کلمتہ الحق کے لیے سرگرم عمل کر دینے میں اس مجلّے کا کردار فیصلہ کن رہا ہے۔ بلاشبہ یہ مجلّہ تحریک گر بھی ہے اور دور حاضر میں تحریک اسلامی کی آواز اور اسلام کے دور جدید کا نقیب بھی۔

جنوری ۱۹۹۷ میں جب مجھ پر اچانک ترجمان القرآن کی ادارت کی ذمہ داری پڑی تو یہ میرے لیے سعادت سے کہیں زیادہ ایک آزمایش تھی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ نے ۴۶ سال اس پرچہ کی آبیاری اپنے خون اور پسینہ سے کی اور اسے امت مسلمہ کے لیے روشنی کا مینار بنا دیا۔ محترم عبدالحمید صدیقی اور محترم نعیم صدیقی نے اپنے خون جگر سے اس کی لو کو روشن رکھا۔ پھر خرم بھائی نے ۶ سال اسے اپنے شب و روز کا محور و مرکز بنا لیا اور آخری سانس تک اس کی خدمت انجام دیتے اور اس کے پیغام کو وسیع تر حلقوں تک پہنچاتے رہے۔ میں اپنے ان تمام محسنوں اور پیش روؤں کے مقابلے میں علم و عمل، ہر میدان میں سب سے فرومایہ تھا لیکن صرف ادائے فرض اور حرص حسنات کے جذبے سے، اپنی صحت کی

خرابی کے باوجود' اس ذمہ داری کو خوف بھرے دل اور کانپتے ہاتھ قبول کیا۔ اللہ اپنی رحمتیں نازل کرے ان مخلص ساتھیوں پر جن کے تعاون اور رفاقت کے سہارے یہ کام ہو رہا ہے۔ مسلم سجاد اور عبدالکریم صاحبان اپنے دوسرے ساتھیوں کے تعاون سے اس ذمہ داری کو ادا کر رہے ہیں اور اس عظیم مشن کی خدمت میں مصروف ہیں۔

آج ہم ترجمان کے قارئین کو ان کی ایک اہم ذمہ داری کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔

ترجمان القرآن کو محض خود حاصل کر لینا اور پڑھ لینا کافی نہیں۔ یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے کہ اسے ہر طالب حق تک پہنچائیں بلکہ جہاں طلب موجود نہیں ہے' وہاں بھی طلب پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ہر انسان تک پہنچنا اور ہر دروازے پر دستک دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ ہم سے اس معاملے میں باز پرس ہو گی۔ محض اپنے حلقے میں بیٹھ کر خوش ہو لینا اور ایک دوسرے کو داد دینا کافی نہیں ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کتنے انسانوں تک ہم اسلام کے آب حیات کو پہنچانے میں ناکام رہے ہیں اور ہماری غفلت کی وجہ سے ابھی کتنے انسان ہدایت سے محروم ہیں۔

ساتھیوں کے تعاون اور آپ کے مشوروں سے ہم ترجمان القرآن کو زیادہ سے زیادہ موثر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب اسے نئے لوگوں تک بلکہ ہر ہر گھر تک پہنچنا چاہیے۔ ترجمان القرآن کے قارئین اور تحریک اسلامی کے کارکنوں کی ذمہ داری ہے کہ اس پیغام کو اپنی ذات اور اپنے گھر تک محدود نہ رکھیں بلکہ پوری کوشش کریں کہ یہ دوسروں تک پہنچے اور ان کے دلوں کو اللہ کے نور سے روشن کر دے۔ یہ کام آپ سے آپ نہیں ہو جائے گا۔ ایک منصوبے کے تحت اپنے اعزہ اور دوست احباب تک ہی نہیں بلکہ ہر اس انسان تک اس پیغام کو پہنچایئے جس تک آپ کی رسائی ہو سکتی ہے۔

ترجمان القرآن کی جانب سے اکتوبر تا دسمبر ۹۹ کی سہ ماہی میں اشاعت میں اضافہ کی خصوصی مہم چلائی جا رہی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ اس میں پورا حصہ لیں اور یہ کام صرف اللہ کی خوشنودی اور انسانیت کو دین کی روشنی پہنچانے کے جذبے سے کریں۔ پھر آپ دیکھیے' اللہ تعالیٰ اس میں کیسی برکت دیتا ہے اور راہ کی مشکلات کو کس طرح آسان بنا دیتا ہے۔

آیئے' ہم اور آپ مل کر کوشش کا حق ادا کر دیں اور جو اہداف ادارے نے سامنے رکھے ہیں ان کو حاصل کرنے کے لیے دامے' درمے' سخنے اور قدمے اپنی مساعی بروئے کار لائیں۔ السعی منا والاتمام من اللہ تعالٰی۔

اشارات کے انگریزی ترجمے کے لیے دیکھیے : www.jamaat.org